حضرت یوسف علیہ السلام کی عملی تعلیم و تربیت

سید محمد سلیمؒ

قرب خداوندی

یونانی حکماء نے یہ غلط تصور پھیلا رکھا ہے کہ تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ کائنات سے اور مخلوق سے بے تعلق ہوگیا ہے۔ یہی خیال جدید دور میں کارل مارکس نے پھیلایا ہے وہ کہتا ہے: قوموں کے درمیان تاریخی عمل میں دست خداوندی کی کارفرمائی نہیں ہے۔ بلکہ طبعی عوامل کے زیر اثر تاریخی تغیرات آتے رہتے ہیں۔

یہ خیال غلط ہے۔ قرآن مجید اس کو رد کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

''یقیناً میرا رب ہر چیز پر نگران ہے'' (۱)

''وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے'' (۲)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے انبیاء کرام کو دنیا میں بھیجا۔ ان کی پوری زندگی اور ساری جدو جہد اللہ تعالیٰ کی نگاہوں کے سامنے رہتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ہزار سال تک دعوت دیتے رہے مگر بد بخت قوم نے حق کو قبول کر کے ہنس دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس خبیث قوم کو فنا کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس قوم کو تباہ کرنے کے لیے ایک عظیم طوفان بھیجا۔ اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ہماری نگرانی اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنانی شروع کردو'' (۳)

☆ استاذ الاساتذہ محمد سلیمؒ کا یہ مضمون ان کی زندگی میں حاصل کیا گیا تھا۔ قارئین کے استفادے کے لیے پیش خدمت ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

''ہم نے اس پر وحی کی کہ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار کرو'' (۴)

ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

''اور نوح کو ہم نے ایک تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔ جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی'' (۵)

ان آیات مبارکہ سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت نوح کو کشتی بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔ کشتی وحی کے احکام کے مطابق تیار کی گئی ۔ پھر اس پر سوار ہو کر جب حضرت نوح نے طوفان کی ساری مدت بسر کی تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں تھے۔ وہ کشتی اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں طوفان میں چل رہی تھی۔

یہی معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ہم نے تیری ماں کو اشارہ کیا (وحی) کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے ۔ دریا اسے ساحل پر پھینک دے گا اور اُسے میرا اور اس بچے کا دشمن (یعنی فرعون) اٹھالے گا۔''

''اور میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت طاری کر دی ۔ اور ایسا انتظام کیا کہ تو میری نگرانی میں پالا جائے'' (٦)

اور پھر فرعون کے پاس دعوت لے کر بھیجتے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا:

''اے موسیٰ! اب تو ٹھیک اپنے وقت پر آ گیا ۔ میں نے تجھ کو اپنے کام کا بنالیا'' (۷)

فرعون کے دربار میں جاتے وقت حضرت موسیٰ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''فرمایا! ڈرو مت ، میں تمہارے ساتھ ہوں ۔ سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں'' (۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ، پرورش ،تعلیم حضرت شعیب کے یہاں تربیت فرعون کے پاس دعوت ،تمام مراحل اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں گزرے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے بھی ایک مقام پر اس قسم کا معاملہ ہے۔فرمایا:

"اے نبی! اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو تم ہماری نگاہ میں ہو" (۹)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیوں سے کس قدر قریبی تعلق ہوتا ہے۔ ہر [illegible]ے وقت میں وہ اپنی موجودگی کا اعلان کرتا ہے اور تقویت قلب کا سبب بنتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے قرب کا یہ معاملہ ہر نبی کے ساتھ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نگرانی خاص میں کسی طرح ایک نبی کارِ نبوت سرانجام دیتا ہے۔اس کے لیے ہم حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

آغاز کار ہی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو ایک خواب کے ذریعہ روشن مستقبل کی بشارت دے دی تھی۔ انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج ان کو سجدہ کررہے ہیں۔ یہ خواب انہوں نے اپنے والد کو بھی بتادیا تھا۔اس خواب کی وجہ سے حضرت یوسف خود اور ان کے والد سارے دور ابتلا میں پُر امید رہے۔اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی عملاً تعلیم و تربیت

اللہ تعالیٰ کی سنت قوموں میں یہ جاری رہی ہے کہ وہ کسی قوم میں عذاب نہیں بھیجتا جب تک ان کے درمیان نبی نہ آچکا ہو اور وہ ہدایت نہ پھیلا چکا ہوتا کہ قوموں پر حجت پوری ہو جائے۔ قرآن بیان کرتا ہے:

> "اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں تھا جب تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دیتا جو ان کو ہماری آیات سناتا اور ہم ان بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہ تھے جب تک ان کے رہنے والے ظالم نہ ہو جاتے" (۱۰)

فرعون کے زمانہ کا مصر بد اعمال تھا، بدکردار تھا اور خدا کا باغی تھا۔اللہ تعالیٰ نے طے کیا کہ ایک نبی کو ان کی ہدایت کے لیے ان کے اندر بھیجے۔ عام حالات میں تو خود اس نافرمان قوم کے اندر سے ہی ایک نبی کو اصلاح حالات کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔مگر اس خاص معاملہ میں مصر

سے سینکڑوں میل دور شام میں کنعان سے ایک نبی حضرت یوسف علیہ السلام کو درآمد کیا گیا۔ بظاہر اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ شاید یہ وجہ ہو کہ مرض نے وبائی شکل اختیار کر لی تھی۔ اس لیے ایک نہایت حاذق حکیم کو درآمد کیا گیا۔ وہ خاندان نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت یوسف بن حضرت یعقوب بن حضرت اسحاق بن حضرت ابراہیم علیہم السلام نجابت، شرافت، صالحیت، صلاحیت اور حسن و جمال تمام صفات ان کے اندر مجتمع تھیں۔

اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے غیر محسوس طریقے پر اسباب و ذرائع مہیا کر دیتا ہے۔ بظاہر غیر معمولی اسباب کی کارگزاری ہرگز نظر نہیں آتی۔ زندگی کی رفتار عام معمولات کے مطابق چلتی رہتی ہے۔

مگر ان کے معاملہ میں ایک دشواری یہ تھی کہ وہ کنعان کے انتہائی دینی گھرانے کے فرد تھے۔ وہ گندگی اور برائیوں سے ناواقف تھے۔ پھر کنعان کی بستی نہایت مختصر تھی وہاں وہ انتہائی سادہ دیہاتی زندگی گزارتے تھے۔ وہ مصر کے اعلیٰ تمدن سے بالکل واقف نہیں تھے۔ اصلاح و احوال کے لیے شہری ماحول اور تمدن زندگی سے واقف ہونا ضروری تھا۔ پھر اس وقت ان کی عمر بھی بہت کم تھی۔ ان تمام نقائص کو دور کیے بغیر وہ اصلاحی پروگرام نافذ نہیں کر سکتے تھے۔

بہر کیف قدرت خداوندی نے ایک ڈرامائی طریقہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کو فرعون کے ایک درباری امیر کے گھر میں پہنچا دیا۔ مشیت خداوندی نے کنعان کے چھوٹے گاؤں سے اٹھا کر مصر کے دار الحکومت اور مصر کے متمدن ترین شہر ممفس (منف) میں ایک مقتدر شخصیت عزیزِ مصر کے پاس بطور غلام رہے۔

قدیم زمانہ میں وزراء، امراء اور نوابین باہم مجلسوں، محفلوں اور تقریبات میں شریک ہوتے رہتے تھے۔ وہاں حاضر باش غلام اور نو خیز لڑکے مختلف امور انجام دینے کے لیے ہر دم سامنے کھڑے رہتے تھے۔ مجالس کی گفتگو میں ان سے کوئی حجاب نہیں ہوتا تھا۔ قدیم زمانہ میں معاملہ فہمی اور کاردانی کی تعلیم دینے کا یہی عملی طریقہ جاری تھا۔ تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ مصر

میں ممالیک خاندان کی حکومت رہی ہے اور ہندوستان میں غلام خاندان کی حکومت رہی ہے۔ یہ غلام اور مملوک دراصل آقا کے نوکر ہوتے تھے جن کی معاملہ فہمی، کاردانی کی صلاحیتیں پروان چڑھ جاتی تھیں اور وہ بادشاہ کے منظور نظر بن جاتے تھے۔ اور پھر اس کے بعد حکمران جانشین بن جاتے تھے۔ حکمرانی کی تعلیم اور سول سروس کی تعلیم کا اس زمانہ میں یہی طریقہ رائج تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں حسن و جمال کے ساتھ ذہانت، فطانت اور معاملہ فہمی کی وافر مقدار عطا کی تھی۔ انہوں نے ان مجالس سے اور ان گفتگوؤں سے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔ ملک کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی صورت حال ان پر عیاں ہوگئی۔ امراء دربار کے درمیان تعلقات کی نوعیت، محبت، نفرت، کشیدگی، شکر رنجی، حسد و بغض سب ان پر واضح ہوگیا۔ وہ ایک ماہر اور باخبر کی طرح بن گئے۔ امیر کے گھر میں رہتے ہوئے وہ مصری معاشرت کے گھناؤنے پہلو سے بھی واقف ہوگئے بلکہ وہ خود اس میں ملوث ہوگئے۔ وہ تو بروقت امیر آگیا۔ گھر کی بیوی کی شرارت کا اسے علم ہوگیا ورنہ شاید عورت کے چلتر کو وہ حقیقت تصور کر لیتا۔ ایک مرتبہ امراء زادیوں نے مل کر حضرت یوسف پر ناز و عشوہ کے تیر چلائے جس سے حضرت یوسف علیہ السلام بچ کر نکل آئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساری عورتیں اس گندگی کے کھیل میں مبتلا تھیں۔ بہر حال وہ اس قسم کی مسلسل تیر اندازی سے عاجز آگئے اور انہوں نے ایسے گندے ماحول سے جیل کی زندگی کو بہتر سمجھا۔ اس کے لیے انہوں نے رب تعالیٰ سے دعا کی۔ شوہر نے بھی بیوی کی بدنامی کی شہرت سے بچنے کے لیے یہی مناسب سمجھا کہ حضرت یوسف کو جیل میں ڈلوا دے۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی تعلیم کا ایک دور پورا ہوگیا۔

جیل خانہ میں انہیں مصری معاشرہ کے پست اور ادنیٰ درجے کے لوگوں کے حالات سننے کے مواقع ملے۔ وہاں ہر طرح کے جرائم میں ملوث افراد موجود تھے۔ مختلف نوعیت کے مظالم کے شکار تھے۔ جیل میں آ کر حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں عوام کی زندگی کے ایک نئے پہلو اور نئے گوشے سے واقفیت حاصل کی۔ جس کی واقفیت کا امیر کے گھر میں رہتے ہوئے بہت کم امکان تھا۔

جیل کی زندگی کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہوتا ہے کہ ہر آدمی اپنی گزشتہ ایام زندگی کا جائزہ لیتا رہتا ہے، غور کرتا ہے، حق و ناحق کی تمیز کرتا ہے اور اپنے اوپر تنقید کرتا ہے۔ خود کو پرکھتا ہے اور پھر اس کی روشنی میں مستقبل کا لائحہ عمل تجویز کرتا ہے۔ اس لحاظ سے جیل خانہ ایک درس گاہ بن جاتی ہے۔ جیل کی زندگی میں حضرت یوسف علیہ السلام ذہنی طور پر اور اب تک تو جس گندے ماحول میں ان کا وقت گزرا اس میں رہ کر خود کو محفوظ و مامون رکھنا ہی ان کا بڑا کارنامہ تھا۔ اب جیل میں ان کو کار نبوت دعوت حق بندوں کو پہنچانے کا موقع ملا۔ وہاں انہوں نے دعوت کا آغاز توحید کی تعلیم سے کیا۔ توحید کو نہایت سادہ طریقہ سے سمجھایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیل خانہ میں انہیں دعوت کا فریضہ انجام دینے کا خوب موقع ملا۔ جب وہ جیل خانہ میں تھے کہ مصر میں انقلاب آ گیا۔ قحط سالی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ مصر کی خوشحالی، فارغبالی قحط میں تبدیل ہوگئی تھی۔ قحط عالمگیر نوعیت کا تھا۔ مصر کے علاوہ آس پاس کے ملکوں میں پھیلا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں بادشاہ نے ایک عجیب خواب دیکھا سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا گئیں۔ اور سات سرسبز بالیں ہیں اور دوسری خشک بالیں ہیں۔ بادشاہ کو اس خواب کی تعبیر معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ قید خانہ کے ایک ساتھی نے جواب بادشاہ کے خدمت گاروں میں تھا، تعبیر کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام بتا دیا۔ اس ساتھی کے خواب کی تعبیر حضرت یوسف جیل میں بتا چکے تھے۔ جس کے مطابق اس کی رہائی عمل میں آئی تھی۔ بادشاہ نے جیل خانہ سے حضرت یوسف کو بلا بھیجا مگر انہوں نے کہا پہلے ان عورتوں کے الزام کی تحقیق کی جائے، جنہوں نے مجھ پر اتہام لگایا ہے۔ جرم کی صفائی کے بعد جیل خانہ سے باہر آ سکتا ہوں، داغدار زندگی کے ساتھ نہیں آ سکتا۔ تحقیق میں امیر کی بیوی نے کھلم کھلا اپنے جرم کا اعتراف کیا اور حضرت یوسف کی بے گناہی کی شہادت دی۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت پوری طرح ظاہر ہوگئی۔ جب تمام معاملات کی صفائی ہوگئی تو اخلاقی فتح کے ساتھ وہ جیل خانہ سے باہر تشریف لائے۔

یہ ان کی زندگی کا تیسرا مرحلہ ہے۔ جیل میں آنے سے قبل بادشاہ کے خواب کی تعبیر

بتانے سے ان کے علم وفضل کی شہرت پورے ملک میں پھیل گئی ۔ جو خواب کوئی واضح نہیں کر سکا حضرت یوسف علیہ السلام نے واضح کر دی ۔ پھر معاملات کی صفائی ہو جانے کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے اخلاق اور کردا کی برتری کو پوری طرح تسلیم کر لیا گیا ۔ علم و فضل ، تقویٰ و طہارت ، اخلاق وکردار کی برتری کے ساتھ وہ جیل خانہ سے باہر تشریف لائے ۔ پوری مملکت مصر میں ان کی عزت وشہرت پھیل گئی ۔ ان کے علم وفضل اور دانائی کے متعلق حسن ظن پورے ملک میں پھیل گیا ۔ کنعان سے آنے والا ایک نوخیر لڑکا آج عظیم عظمت وشہرت کے منصب پر فائز تھا ۔ اس کے بعد میں وہ مصر کارِ نبوت اور اصلاحات کا مجوزہ فریضہ انجام دے سکتا ہے ۔ اب حالات پوری طرح سازگار ہو گئے تھے ۔

بادشاہ ان کی شخصیت سے اور ان کے علم وفضل ، تقویٰ اور کردار سے پوری طرح متاثر ہو چکا تھا ۔ خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ انہوں نے آئندہ قحط سالی کے ایام کے تدارک کی بھی تدبیر بادشاہ کو بتا دی تھی ۔ وہ یہ کہ خوشحالی کے سات سالوں میں فاضل غلہ بالیوں میں محفوظ رکھا جائے تاکہ اس کو خشک سالی کے زمانہ میں استعمال کیا جائے ۔ بادشاہ نے خوش ہو کر ان کو وزیر مال کے عہدہ سپرد کیا ۔ مخلوق خدا کی خدمت کے جذبہ سے حضرت یوسف نے خود بھی یہ عہدہ طلب کیا ۔ اس طرح اقتدار اور اختیار کی زمام ہاتھ میں لینے کے بعد حضرت یوسف نے سب سے پہلے تو خشک سالی کی شدت دور کی ۔ اس کے آثار مٹائے ۔ پھر ملک میں نظم وضبط قائم کیا ۔ عدل و انصاف قائم کیا ۔ مظلوموں اور بیکسوں کی فریاد رسی کی ۔ جیل خانہ کی زندگی میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں ، جو مشاہدات ہوئے تھے ان کی روشنی میں مخلوق خدا کے پسے ہوئے اور دبے ہوئے طبقے کی حالت درست کرنے کی بھرپور کوشش کی اور معاشرتی گندگیوں کو صاف کیا جس میں مصر کا طبقہ بالا مبتلا تھا ۔ اس طرح وہ کام تکمیل پذیر ہوا جو مقصود تھا ۔ پورے مصری معاشرہ میں اصلاحات نافذ فرما دیں ۔

مصر میں حضرت یوسف کے اعزاز و اکرام کی خبریں کنعان پہنچیں ۔ حضرت یعقوب کی آنکھوں میں روشنائی آ گئی جو بیٹے کی یاد میں روتے روتے اندھی ہو گئی تھیں ۔ بھائیوں نے اپنی

غلطیوں کا اعتراف کیا اور معافی مانگی ۔ پھر سارا کنبہ مصر آ گیا ۔ اور وقت کے بادشاہ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا ۔ اس وقت حضرت نے فرمایا! آج میرا خواب پورا ہو گیا ۔

انہوں نے اپنی پچھلی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اس رب کا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانہ سے نکالا ۔ اور آپ کو لوگوں کو صحرا سے لا کر مجھ سے ملا دیا حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال چکا تھا ۔ واقعہ یہ ہے کہ میرا رب غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے ۔ بے شک وہ علیم و حکیم ہے ۔ اے میرے رب تو نے مجھے حکومت بخشی اور باتوں کی تہ تک پہنچنا سکھایا ۔ زمین اور آسمان کے بنانے والے، تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے ۔ میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا'' (۱۱)

اپنی سابق زندگی پر یہ تبصرہ خانوادہ نبوت کے فرد کا ہی ہو سکتا ہے ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کس قدر عجز و انکسار کے ساتھ پیش آ رہے ہیں ۔ بھائیوں کے ساتھ بھی پوری طرح درگزر کا معاملہ کرتے ہیں ۔ حکومت و عزت ملنے پر سراسر اللہ تعالیٰ کا انعام خیال کرتے ہیں اور اس پر اس کے شکر گزار ہیں ۔

کوئی بھی دوسرا دنیا دار شخص ہوتا تو اس کا تبصرہ ہرگز یہ نہیں ہوتا اس تبصرہ میں حضرت یوسف نے دو امور کی نشاندہی کی ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ میرا رب غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے ۔ بے شک وہ علیم و حکیم ہے ۔

اے میرے رب تو نے مجھے حکومت بخشی اور باتوں کی تہ تک پہنچنا سکھایا ۔

اس میں اپنی تعلیم و تربیت کا ذکر کرتے ہیں جس کے بعد وہ مسند اقتدار پر متمکن ہو گئے اور پورے مصری معاشرہ کی اصلاح فرمائی ۔ یہاں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے حالات کی اصلاح کا، حکومت اور فرماں روائی کے حصول ایک ذریعہ ہے ۔

حوالہ جات

۱۔ ھود/۵۷
۲۔ سجدہ/۵
۳۔ ھود/۳۷
۴۔ مؤمنون/۳۷
۵۔ قمر/۱۳۔۱۴
۶۔ طٰہٰ/۳۸۔۳۹
۷۔ طہٰ/۴۱
۸۔ طہٰ/۴۶
۹۔ طور/۴۸
۱۰۔ قصص/۵۹
۱۱۔ یوسف/۱۰۰۔۱۰۱

☆☆☆☆☆☆☆☆